کنزالایمان کا مطالعہ مسلکِ تفویض کے تناظر میں

پروفیسر دلاور خان

پرنسپل

گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ڈیولپمنٹ سینٹر، ایجوکیشن سٹی ملیر، کراچی

جوائنٹ سیکریٹری

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی، پاکستان

واٹس ایپ نمبر: 3222413267 92+

کنزالایمان کا مطالعہ مسلک تفویض کے تناظر میں

پروفیسر دلاور خاں

اعوذباللہ من الشیطان الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشٰبَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَ ابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ ۚ وَ مَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَ الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ۔(۱)

ترجمہ: ”وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈھنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے“ (کنزالایمان)

مولانا احمدرضا خاں مذکورہ آیات کے تحت متشابہات اور محکمات کی تفہیم فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

اقول (میں کہتا ہوں ت) بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا ہدایت فرمانے اور بندوں کو جانچنے اور آزمانے کے لیے ”یُضِلُّ بِهٖ كَثِیۡرًا وَّ یَهۡدِیۡ بِهٖ كَثِیۡرًا“ اسی قرآن سے بہت سوں کو گمراہ فرمایا اور بہت سوں کو راہ دکھائی۔ اس ہدایت وضلالت کا بڑا منشاء قرآن عظیم کی آیات کی دو اقسام ہیں۔

اول محکمات:

جس کے معنی صاف بے دقت ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی پاکی و بے نیازی و بے مثلی کی آیات (۲) جیسے:

(ا)۔ اَلۡمَلِكُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ: بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت۔

(ب)۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ: بے شک اللہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔

(ج)۔ لَیۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ: اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔

(د)۔ هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِیًّا: کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی۔

(ھ)۔ وَ لَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ: اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔

ان مطالب کی آیات صدہا ہیں یہ آیات محکمات ہیں یہ ام الکتاب ہیں، ان کے معنی میں کوئی خفا و اجمال نہیں، اصلاً دقت و اشکال نہیں جو کچھ ان صریح الفاظ سے بے پردہ روش ہویدہ ہے بے تفسیر و تبدیل بے تخصیص و تاویل اس پر ایمان لانا ضروریات دین اسلام سے ہے۔ (۳)

دوم متشابہات:

(ا)۔ جس کے معنی میں اشکال ہے یا تو ظاہری لفظ سے کچھ سمجھ نہیں آتا جیسے حروف مقطعات وغیرہ۔

(۲)۔ وہ آیات جس کا مفہوم جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے جیسے:

”اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی“

(وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استوی فرمایا۔ ت)

یا "ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ"

(پھراس نے عرش پراستوافرمایا۔ت)

پھر جس کے دل میں کجی و گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے مطلب کا پا کر ان کے ذریعے جاہلوں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے کہ دیکھو قرآن میں آیا ہے اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے، عرش پر چڑھا ہوا ہے، عرش پر ٹھہر گیا ہے اور آیاتِ محکمات جو ام الکتاب تھیں ان کے ارشاد دل سے بھلا دیے گئے۔(۴)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سوادِ اعظم اہلِ سنّت کا متشابہات سے متعلق کیا مسلک ہے اہلِ سنّت کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں کہ آیات متشابہات میں اہل سنت حفظھم اللہ کے دو مسالک ہیں۔

(۱)۔مسلک تفویض، (۲)۔مسلک تاویل

اول تفویض:

سلف صالح کا مسلک تفویض کا ہے کہ ہم ان (متشابہات) کے کچھ معنی نہیں جانتے۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ جانتے ہیں جو معنی مرادِ الٰہی ہیں ہم اس پر ایمان لائے "اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ" (ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے(۵)۔ اکثر نے فرمایا جب (متشابہات میں) ظاہری معنی قطعاً مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین و محدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں یہی بہتر ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں ہمیں ہمارے رب نے متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا ہے اور ان کے تعین مراد میں خوض کرنے کو گمراہی بتایا ہے اس لیے ہم حد سے باہر قدم کیوں رکھیں اسی قرآن کی بتائی ہوئی آیات پر قناعت کریں کہ "اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا"جو کچھ ہمارے مولیٰ کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے محکم، متشابہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں یہ مذہب جمہور آئمہ سلف کا ہے اور یہی اسلم واولیٰ ہے اسے مسلک تفویض و تسلیم بھی کہتے ہیں ان ائمہ نے فرمایا کہ استویٰ معلوم ہے کہ ضرور اللہ کی ایک صفت ہے اور کیف مجہول ہے اس کے معنی ہماری سمجھ سے ماوراہیں اور ایمان اس پر واجب ہے کہ نصِ قطعی قرآن سے ثابت ہے اور سوال اس سے بدعت ہے کہ سوال نہ ہوگا مگر تعین کے لیے اور تعین مراد کی طرف راہ نہیں۔(٦)

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے فرمایا: الا ستویٰ معلوم والکیف مجھول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ۔

استوامعلوم ہے اور کیف مجہول اور اس ایمان فرض اور اس کی تفتیش بدعت ہے(۷)یہی جواب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔یہی مسلک ہمارے امام اعظم اور ائمہ سلف کا ہے۔

آپ لکھتے ہیں:کتاب الاسماء والصفات میں یحیٰ بن یحییٰ سے روایت کی ہے کنا عند مالك بن انس فجاء رجل فقال یا اباعبد اللّٰه الرحمٰن علی العرش فکیف استویٰ؟قال فاطرق مالك راسه حتی علاوہ الرحضاء ثم قال الاستواء غیر مجھول والکیف غیر معقول والا یمان بہ واجب والسوال عنہ بدعة، وما الراك الامبتدعافامر بہ ان یخرج۔

ہم امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی اے ابو عبد

اللہ! رحمٰن نے عرش پر استویٰ فرمایا یہ استویٰ کس طرح ہے؟ یہ سنتے ہی امام مالک نے سر مبارک کو جھکا لیا یہاں تک کہ بدن مقدس پسینہ پسینہ ہوگیا پھر فرمایا استواء مجہول نہیں اور کیف معقول نہیں اور اس پر ایمان فرض ہے اس سے متعلق سوال بدعت ہے اور میرے خیال میں تم ضرور بدمذہب ہو پھر حکم دیا کہ اسے نکال دو۔(۸)

مسلک تفویض و تسلیم کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ نصوص اپنی حقیقت پر ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی نسبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان جو معنی ہو سکتے ہیں وہی مراد ہیں کیفیت، کنہ اور صورت کیا ہوگی یہ معلوم نہیں یہ مسلکِ تفویض معلوم المعنیٰ و المتشابه فی الکیفیة کا مصداق ہے اسی طرح مسلکِ تفویض کی دوسری قسم متشابه فی المعنی وفی الکیفیه بھی ہے۔

(الف)۔ متشابه المعنی والکیفیة: جس کے معنی میں اشکال ہے یا ظاہری لفظ سے کچھ سمجھ نہیں آتا جیسے حروف مقطعات وغیرہ۔ آپ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حروف تہجی (مقطعات) کہ سورتوں کی ابتداء میں مذکور ہیں محال ہے کہ بے معنی ہوں، نہ ہی یہ معقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے معنی ظاہر نہ فرمائے گئے ہوں۔ جس سے خطاب فرمایا جائے اس سے ایسا کلام جس کے دو معنی نہ سمجھے، شانِ مخاطبہ سے بعید ہے اور اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ سمجھے تو جہاں میں کون سمجھنے والا ہو سکتا ہے تو حاصل یہ ٹھہرے گا کہ وہ کلام نازل فرمایا جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا، یہ بات غیر معقول ہے بلکہ یقیناً ان کے معنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دو قسم کے علم نازل فرمائے ایک وہ کہ امت کو جس کی تفسیر فرمانے کا حکم تھا "لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ" دوسرے وہ خاص محب و محبوب میں ہیں وہ ان مقطعات شریفہ میں ہیں ان میں اصل راہ تو یہی ہے کہ ان کے معنی کا علم اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کیا جائے بس اور بعض صحابہ وائمہ ان کے اشارات کی طرف توجہ فرمائی یہ طریقہ تاویل کہلاتا ہے"(۹)

حروف مقطعات کے نہ معنی ہمارے علم میں ہیں اور نہ ہی اس کی کیفیت جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں اس کے معنی اور کیفیت کو اللہ کے سپرد اور تفویض کرتے ہیں متشابہات سے متعلق مسلک تفویض کی تفہیم کے بعد کنزالایمان میں اس کے عملی اطلاق کا مطالعہ کرتے ہیں مولانا احمد رضا خاں حروف مقطعات میں تاویل کی بجائے مسلک تفویض کے قائل ہیں اسی لیے آپ قرآن مجید کی ۲۹ سورتوں میں مذکورہ حروف مقطعات کے نہ یہ معنی بیان کئے اور نہ ہی ان کی کیفیت اور یہ مؤقف اختیار کیا کہ اس کے معنی ضرور ہیں جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیئے گئے اور ہمیں نہ اس کے معنی معلوم اور نہ اس کی کیفیت اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض کردیا جائے۔

(ب)۔ معلوم المعنی متشابه فی الکیفیة: وہ متشابہات آیت جس کا مفہوم جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے جیسے استویٰ، ید، ساق، استہزا ایتان اور نزول وغیرھا۔ معلوم ہے کہ یہ ضرور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں لیکن کیف مجہول ہے کہ اس کے معنی ہماری سمجھ سے ماوراہیں لیکن جو معنی ہمارے ماحول کے مطابق

ذہن میں آتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے محال ہیں وہ ان سے مبرہ منزہ ہے لیکن ان پر ایمان واجب ہے کہ یہ قرآن کی نص قطعی سے ثابت ہے مگر ان کی صورت، کنہ اور کیفیت سے متعلق سوال کرنا بدعت ہے مگر تعین کے ہے اور تعین مراد کی طرف راہ نہیں۔ یہ مسلک تفویض صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ اربعہ، محدثین اور عصر حاضر کے علمائے اہلِ سنّت کا بھی مسلک تفویض (معلومہ المعنی والمتشابہ الکیفیۃ) کی تفہیم کے بعد کنزالایمان میں اس پہلو کے عملی اطلاق کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(۱)۔یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔(۱۰)

آپ فرماتے ہیں جس آیت کو اس کے ظاہر معنی پر حمل کرنے سے کوئی عقلی استحالہ لازم آتا ہو وہ متشابہ ہے۔" یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" کے معنی ظاہر اگر لیں تو اس کا ہاتھ مانا اور جب ہاتھ ہوا تو جسم بھی ہوا اور ہر جسم مرکب اور مرکب اپنے وجود میں اپنے ان اجزا کا محتاج ہے جس سے وہ مرکب ہے۔ جب تک وہ موجود نہ ہولیں یہ موجود نہیں ہو سکتا۔ تو خدا کہ محتاج ہونا لازم آیا اور ہر محتاج حادث اور کوئی حادث قدیم نہیں جو قدیم نہ ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ تو سرے سے الوہیت کا ہی انکار ہو گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" محکم نہیں متشابہ ہے۔(۱۱)

(۲)۔اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ۔(۱۲)

- اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے۔
- اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے۔
- اللہ بنا رہا ہے۔
- اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کرتا ہے۔
- اللہ ان سے مذاق کرتا ہے۔

اس آیت کا ترجمہ کرنے سے پہلے یہ ضروری تھا کہ اس حقیقت کا تعین کر لیا جائے آیا یہ آیت محکم ہے یا متشابہ کیوں کہ اس تعین سے ترجمہ پر مختلف اثرات مرتب ہوتے ہیں اگر ایک آیت کا تعلق محکم سے ہے تو اس کے ترجمہ کرنے کا انداز جداگانہ ہوگا اور اگر آیت کا تعلق متشابہ سے ہے تو اس کے ترجمہ کرنے کا انداز محکم سے مختلف ہوگا مذکورہ آیت کا یہ ترجمہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ ٹھٹا کرتا ہے، مذاق کرتا ہے، دل لگی کرتا ہے اور ہنسی کرتا ہے تو اس معنٰی کا اطلاق یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اور وہ اس سے پاک و منزہ ہے۔ جب یہ اصول طے ہو گیا تو اس آیت پر محکم کا اطلاق نہیں ہوگا اور اس کا شمار متشابہ میں ہوگا۔ اس طرح اس کا صریح ترجمہ درست نہیں۔ مولانا احمد رضا اس آیت کو متشابہ میں شمار کرتے ہیں اس لیے وہ دیگر مترجمین کے برعکس اس آیت کا ترجمہ سواد اعظم اہلِ سنّت کے مسلک تفویض کے تحت یوں کرتے دکھائی دیتے ہیں "اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے)" آپ نے "استہزا" کا ترجمہ ٹھٹھا کرنا، دِل لگی کرنا، ہنسی کرنا، مذاق کرنا نہیں کیا کیوں کہ استہزا منسوب الی اللہ ہے اس لیے اردو میں استہزا کے جتنے بھی معنی ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے وہ محال ہیں اس لیے آپ نے ترجمہ کیے بغیر ہی استہزا رکھا۔ جو استہزا منسوب الی اللہ ہے وہ کسی طرح بھی مثل انسانی نہیں یہاں وہ استہزا مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہو۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا اقرار بھی ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ یعنی نصوص اپنی حقیقت پر ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی نسبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے شایان شان جو معنی ہو سکتے ہیں وہی مراد ہیں۔ کیفیت، کنہ اور صورت استہزا کی کیا ہوگی ہمیں معلوم نہیں۔

دوسرے الفاظ میں مسلک تفویض کے تحت استہزا سے متعلق یوں کہا جاسکتا ہے کہ معلوم المعنی ومتشابہ الکیفیہ اس کی مزید وضاحت امام مالک کے قول میں ذرا سا تصرف کرتے ہوئے یوں کا کہا جاسکتا ہے کہ استہزا معلوم والکیف مجھول والایمان به واجب والسوال عنه بدعه۔ (استہزا معلوم ہے اس کی کیفیت مجہول ہے اس پر ایمان واجب اور اس سے متعلق سوال بدعت ہے۔)

اس لیے مسلک تفویض کے تناظر میں مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ ایک بار پھر ملاحظہ ہو: ''اللہ استہزا فرماتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے)''

پس معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے مذکورہ آیت کا ترجمہ سوادِ اعظم اہلِ سنت کے مسلک تفویض کے تحت کیا جو تقدیس الٰہی کا مظہر بھی ہے جبکہ دیگر مترجمین کے تراجم مسلک تفویض سے انحراف کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

(۳)۔ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ۔ (۱۳)

- پھر قائم ہوا عرش پر۔
- پھر تخت پر چڑھا۔
- پھر تخت پر بیٹھا۔
- پھر تختِ (شاہی) پر قائم ہوا۔
- پھر تختِ سلطنت پر جلوہ گر ہوا۔

یہاں بھی مترجمین نے اس آیت کو درجہ محکم میں رکھ کر اس کا صریح ترجمہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہے عرش پر قائم ہے، عرش پر چڑھا ہوا ہے جب قاری اس طرح کے تراجم پڑھے گا تو اس کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کے لیے جسم، جہت اور مکان کا خیال ضرور آئے گا۔ یہ صفات تو مخلوق کی ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان، جسم، جہت، چڑھنے، اترنے، ٹھہرنے، بیٹھنے سے پاک و منزہ ہے ان تمام کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے محال ہے۔

جب کہ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس آیت کا تعلق محکمات سے نہیں، بلکہ متشابہات سے ہے اس لیے اس کا وہی ترجمہ درست ہوگا جو محکم کی بجائے متشابہات کے مسلک تفویض کے تحت کیا جائے گا۔ اس تناظر میں مولانا احمد رضا خاں مذکورہ آیت کا ترجمہ محکم آیت کی بجائے متشابہات کے تحت مسلک تفویض کی روشنی میں یوں کرتے ہیں پھر عرش پر استوا فرمایا: (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔) اس ترجمہ سے اللہ تعالیٰ کے لیے انسانی مکان، جہت، جسم، چڑھنے، بیٹھنے اور ٹھہرنے کی نفی ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا استوا انسانوں کی مثل نہیں بلکہ یہ استوا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے جس کی کیفیت، کنہ اور صورت کا ہمیں علم نہیں یہاں بھی آپ نے استہزا کی طرح استوا کا ترجمہ نہیں بلکہ اسے یوں ہی رکھا کیوں استوا کے جتنے بھی ممکن ہیں ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ آپ کا یہ ترجمہ مسلک تفویض معلوم المعنی والمتشابہ الکیفیۃ کے مصداق ہے۔

پس معلوم ہوا:

(۱)۔مذکورہ آیت کا تعلق محکمات سے نہیں۔

(۲)۔مذکورہ آیت کا تعلق متشابہات سے۔

(۳)۔استوی معلوم المعنی والمتشابہ الکیفیۃ۔

(۴)۔الاستویٰ معلوم والکیف مجھول والایمان به واجب والسوال عنه بدعة۔

(۵)۔اہلِ سنّت کے مسلک تفویض کے تحت ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۶)۔دیگر تراجم میں مسلک تفویض سے انحراف پایا جاتا

ہے۔

(۷)۔ مذکورہ تراجم کا اطلاق مثلِ انسانی اللہ تعالیٰ کی ذات پر محال۔

(۸)۔ یہ استوا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے نہ کہ انسانوں جیسا۔

(۹)۔ اس استوا کی کیفیت کنہ اور صورت کیا ہوگی معلوم نہیں۔

(۴)۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ۔ (۱۴)

○ جس دن پنڈلی سے کپڑا اٹھایا جائے گا۔

○ جس دن کہ کھولی جائے گی پنڈلی۔

○ جس دِن (حق تعالیٰ کی) پنڈلی کھولی جائے گی۔

اس میں مترجمین نے محکمات کے درجے میں رکھ کر ساق کے ظاہری مراد لے کر پنڈلی کو بطور جزو جسم اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دیا جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے مبرہ و منزہ ہے اور پنڈلی کا صریح اطلاق اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔

اس آیت کا شمار محکمات میں نہیں بلکہ متشابہات میں ہے اس کا وہی ترجمہ درست ہوگا جو متشابہات کے مسلک تفویض کے تحت کیا جائے یعنی ''ساق'' کے معنی کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے کہ اللہ ہی اس کے معنی بہتر جانتا ہے۔ اس تناظر میں مولانا احمد رضا خان مذکورہ آیت کو محکمات کی بجائے متشابہات میں شمار کرتے ہوئے مسلک تفویض کے تحت یوں ترجمہ کرتے ہیں: ''جس دِن ایک ساق کھولی جائے گی جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے۔'' اس آیت میں بھی آپ نے ''استہزا'' اور ''استوا'' کی طرح ''ساق'' کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ اسے یونہی رکھا کیوں کہ اردو میں ''ساق'' کے جو بھی معنی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں بلکہ ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر محال ہے مسلک تفویض کے تحت اس طرف اشارہ فرمایا کہ ''ساق'' کے جو بھی معنی ہیں وہ اللہ ہی جانتا ہے اس لیے اس کے حقیقی و یقینی معنی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے میں ہی ایمان کی آمان ہے۔

''آپ لکھتے ہیں کہ (متشابہات) کے کچھ معنی نہ کئے جائیں، اس طریق پر اصلاً ترجمہ کی اجازت ہی نہیں کہ جب معنی (استہزا، ساق، استوا) ہم جانتے ہی نہیں تو ترجمہ کیا کریں، امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گزرا کہ ان کی تفسیر میں منتہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں، ہم ان پر ایمان لائے کتاب الاسماء سے گزرا کہ ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم استوا کے کچھ معنی نہ کہتے نہ اس میں اصلاً زبان کھولتے۔ امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ ان کی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہیے، کسی کو جائز نہیں کہ عربی یا فارسی کسی زبان میں اس کے معنی کہے۔ (۱۵)

مذکورہ حقائق سے معلوم ہوا کہ آیات متشابہات میں سے بعض ایسی ہیں جس کے ظاہری معنی ہمیں سمجھ نہیں آتے۔ جیسے حروف مقطعات اور بعض ایسی آیات ہیں جس کا مفہوم اپنے ماحول کے تناظر میں سمجھ آتا ہے۔ جیسے استویٰ، ید، وجہ، ساق، ایتان اور نزول وغیرہا تو فرقہ مجسمہ کا عقیدہ تجسیم ابھرتا ہے اور اگر ان صفات کا انکار کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے انکار کا الزام لازم آتا ہے۔ جو ممکن نہیں۔ اس سلسلے میں سوادِ اعظم اہلِ سنّت کا مؤقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور زمان و مکان سے مبرہ و منزہ ہے اس لیے مذکورہ صفات کے ظاہری مفہوم کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر محال ہے اور یہ انسانی صفات جیسی نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ضرور ہیں ان پر ایمان لانا واجب ہے مگر ان کی کیفیات مجہول ہیں۔ ان کی صورت، کنہ اور کیفیت سے

متعلق سوال کرنا بدعت ہے ان صفات کے حقیقی معنی اللہ کے سپرد ہیں اور اس میں سینگ لڑانے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے مجسمہ کے برعکس سواد اعظم اہلِ سنّت، آیات متشابہات میں مسلک تفویض کے قائل ہیں جو صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ اربعہ اور محدثین کا مسلک ہے۔ اس لیے مترجم قرآن کے لیے نہایت ضروری ہے کہ اسے متشابہات سے متعلق سواد اعظم اہلِ سنّت کے مسلک تفویض کی مکمل شناسائی ہو۔ تبھی وہ آیات متشابہات سے متعلق اہلِ سنّت کی صحیح ترجمانی کرسکے گا۔ اگر مترجم نے استویٰ کے معنی بیٹھنا، ساق کے معنی پنڈلی، وجہ کے معنی چہرہ اور نزول کے معنی اترنا، اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیئے تو اس کا ایسا ترجمہ فرقہ مجسمہ کا ترجمان تو ہوسکتا ہے سوادِ اعظم اہلِ سنّت کا نہیں۔

اس پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ اربعہ اور محدثین کے مسلک تفویض کے داعی ہی نہیں بلکہ فرقہ مجسمہ کی اصلاح اور مسلک تفویض کی تائید میں ایک مستند رسالہ "قوارع القهار على المجسمة الفجار" تصنیف فرمایا جس کا عربی ترجمہ بھی شائع ہوچکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ آیت کا ترجمہ کرنے سے پہلے اس حقیقت کا تعین کرتے ہیں کہ آیا آیت کا تعلق محکمات سے ہے یا متشابہات سے۔ اگر آیت کا تعلق متشابہات سے ہے تو آپ مسلک تفویض کے تحت رہنمائی فرماتے ہیں۔ مثلاً حروف مقطعات کا شمار متشابہات میں ہوتا ہے جس کے بہ ظاہر معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ اس لیے آپ مسلک تفویض پر کار بند رہتے ہوئے ان کی کیفیت بیان نہیں کرتے۔ جبکہ بعض ان کی تاویل کی طرف بھی گئے ہیں۔

اسی طرح بعض متشابہات ایسی ہیں جس کا مفہوم تو سمجھ میں آتا ہے مگر ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر محال ہے آپ اس قسم کی متشابہات کی صورت، کنہ اور کیفیت مسلک تفویض کے تحت بیان نہیں کرتے جیسے استہزا، استویٰ، ساق، ان صفات کا جو مفہوم ہمارے ذہن میں آتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے مبرہ و منزہ ہے یہی وجہ ہے کہ آپ اس کا مفہوم بھی اردو زبان میں بیان نہیں کرتے۔ ترجمے میں استہزا، ساق اور استویٰ کو من وعن استعمال کرتے ہیں کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں ان پر ایمان لانا واجب ہے اور یہ ہماری مثل بھی نہیں بلکہ کیفیت مجہول ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ اس کے حقیقی معنی اللہ کے سپرد کرتے ہوئے ان کا ترجمہ مسلک تفویض کے تحت یوں کرتے ہیں:

(۱)۔ پھر عرش پر استوا فرمایا، (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے)

(۲)۔ اللہ ان سے استہزا فرماتا، (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے)

(۳)۔ جس دِن ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے)

اس تحقیق کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کنزالایمان سواد اعظم اہلِ سنّت کے مسلک تفویض کا موید و ترجمان ہے۔ جبکہ دیگر مترجمین نے ان آیات کا ترجمے کرتے ہوئے مسلک تفویض سے انحراف برتا اور فرقہ مجسمہ کی تائید میں اس طرح ترجمہ کر بیٹھے:

(۱)۔ پھر تخت پر چڑھا۔

(۲)۔ اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے۔

(۳)۔ جس دِن (حق تعالیٰ) کی پنڈلی کھولی جائے گی

حوالہ جات:

(۱)۔ سُوْرَۃُ اٰلِ عمران، آیت ۷۔

(۲)۔ احمد رضا خاں امام، فتٰوی رضویہ، ج۲۹، ص ۱۲۲، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

(۳)۔ نفسِ مصدر سابق، ص ۱۲۱۔

(۴)۔ نفسِ مصدر سابق، ص ۱۲۲۔

(۵)۔ نفسِ مصدر سابق، ص ۱۱۷۔

(۶)۔ نفسِ مصدر سابق، ص ۱۲۴۔

(۷)۔ نفسِ مصدر سابق، ص ۱۱۶۔

(۸)۔ نفسِ مصدر سابق، ص ۱۳۱۔

(۹)۔ محمد حنیف رضوی، مولانا، جامع الاحادیث، جلد۸، ص ۱۶۴، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور۔

(۱۰)۔ سُوْرَۃُ الْفَتْح، آیت ۱۰۔

(۱۱)۔ محمد مصطفٰی رضا خاں، مفتی اعظم ہند، الملفوظ معروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت حصہ چہارم، ص ۵۱۳، مطبوعہ مجلس المدینہ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)۔

(۱۲)۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۔

(۱۳)۔ سورۃ الاعراف: آیت ۵۴۔

(۱۴)۔ سورۃ القلم: آیت ۴۲۔

(۱۵)۔ احمد رضا خاں امام، فتٰوی رضویہ، ج۲۹، ص ۱۷۲، مطب

وعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔